بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وحی صرف قرآن میں ہے

چونکہ عقل انسانی مسائل حیات کا صحیح حل پیش کرنے سے قاصر ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ اور حکمت بالغہ کے باعث نوع انسان کی مسلسل رہنمائی فرمائی اور متواتر' پے در پے انبیاء کرام مبعوث فرمائے تاکہ ان کے توسط سے انسان کو ہدایت خداوندی حاصل ہوتی رہے- تمام انبیاء کرام کو وحی الٰہی سے نوازا گیا اور جب سلسلہ بعثت انبیاء کرام منقطع کیا گیا تو آخری وحی کو قرآن کریم کے اندر محفوظ کر دیا گیا اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی-

وحی الٰہی صرف قرآن کریم میں محفوظ ہے- خارج از قرآن وحی کا تصور باطل ہے- امت مسلمہ کی بدقسمتی کا وہ پہلا دن تھا جس دن یہ نظریہ قائم کیا گیا کہ کچھ وحی قرآن کے اندر ہے اور کچھ وحی قرآن کے باہر- یہ عقیدہ اپنے اپنے نظریات کو Justify کرنے کے لئے قائم کیا گیا تھا اور اس نے مسلمانوں میں ایک مستقل عقیدہ کی شکل اختیار کر لی اور ان کی پریشانی کا باعث بنا- اس سے ایک ایسا دروازہ کھل گیا کہ ہر عقیدہ کو وحی الٰہی قرار دے کر حضور کی طرف منسوب کر دیا گیا لیکن قرآن کریم سے اس عقیدہ کی کوئی سند نہیں ملتی- قرآن عزیز سے یہی واضح ہوتا ہے کہ وحی الٰہی صرف اور صرف قرآن کریم میں محفوظ ہے- چنانچہ اس نظریہ کی تائید میں قرآنی دلائل اور اس کے بعد عقلی دلائل پیش کئے جائیں گے- آخر میں ان الزامی جوابات اور اشکالات کو واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی جو علمائے کرام کی طرف سے وحی کو صرف قرآن کریم میں محفوظ ماننے پر وارد کئے جاتے ہیں- وما توفیقی الا باللہ-

وحی صرف قرآن میں ہونے کے دس دلائل-

(۱) مُوحی (اللہ تعالیٰ) کا ارشاد گرامی ہے کہ اوحینا الیک ھذا القرآن اور وحی الیہ (حضورؐ) کا ارشاد ہے اوحی الی ھذا القرآن (۶/۱۰) ھذا کا اسم اشارہ ساتھ لانے سے حصر کر دیا گیا کہ یہی قرآن ہم نے نازل کیا اور یہی قرآن مجھ پر نازل کیا گیا- دونوں آیات سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن کے علاوہ کسی چیز کو وحی کرنے

کی خبر قرآن میں نہیں ہے۔

۲۔ واوحی الی هذا القرآن لا نذرکم به و من بلغ (۶/۱۹) مجھ پر یہ قرآن نازل کیا گیا ہے تاکہ میں تمہیں اس کے ذریعہ ڈراؤں اور ہر وہ شخص جس کے پاس یہ پہنچے وہ بھی اس کے ذریعہ ڈرائے۔

قل انما انذرکم بالوحی۔ کہہ دو بجز ایں نیست کہ میں تمہیں وحی کے ذریعہ ڈراتا ہوں پہلی آیت میں انذار بذریعہ قرآن فرمایا اور دوسری آیت میں انذار بذریعہ وحی جس سے ثابت ہے کہ وحی قرآن کریم ہے۔ وحی اور قرآن کے الفاظ ایک دوسرے کی جگہ متبادل طور پر استعمال کئے گئے ہیں۔ دونوں الفاظ ایک دوسرے کی جگہ Subjsitute کر دیئے گئے ہیں۔

۳۔ انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما ارک الله (۴/۲۰) فاحکم بینهم بما انزل الله (۵/۱۰۸)

پہلی آیت کریمہ میں حکم ہے کہ ہم نے تیری طرف کتاب نازل کی تاکہ تو لوگوں کے درمیان حکومت کرے یا فیصلے کرے۔ بذریعہ اس علم کے جو تجھے قرآن کریم سے حاصل ہوا۔ دوسری آیت مجیدہ میں حکم ہے کہ بما انزل الله کے مطابق فیصلہ کر دونوں آیات کریمات میں کتاب اور بما انزل الله ایک ہی چیز کے لئے استعمال کیا گیا ہے اور دونوں الفاظ ایک دوسرے کے متبادل استعمال کئے گئے ہیں جس سے ثابت ہے کہ کتاب اور بما انزل الله ایک ہی چیز ہے۔

مایوحی الیک اور قرآن ایک دوسرے کے متبادل استعمال کئے گئے ہیں۔

۴۔ فلعلک تارک بعض مایوحی الیک و ضائق به صدرک ان یقولوا لولا انزل علیه کنز او جاء معه ملک' انما انت نذیر۔ والله علی کل شیی وکیل۔ ام یقولون افترائه' قل فاتوا بعشر سور مثله مفتریت وادعوا من استطعتم من دون الله ان کنتم صادقین (۱۱/۱۲)

(ترجمہ) جو چیز تمہارے پاس وحی کے ذریعے بھیجی ہے ان میں سے بعض کو شاید تم فقط

اس خیال سے چھوڑ دینے والے ہواور تم تنگدل ہوتے ہو کہ مبادا یہ لوگ کہہ بیٹھیں کہ ان پر خزانہ کیوں نہیں نازل کیا گیا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا۔ تم تو صرف ڈرانے والے ہو۔ اور خدا ہر چیز کا ذمہ دار ہے کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص نے (قرآن) اپنی طرف سے گڑھ لیا ہے تو تم کہہ دو کہ اگر تم سچے ہو تو ایسی دس سورتیں بنا لاؤ اور خدا کے سوائے جس جس کو تم بلا سکو مدد کے لئے بلا لو۔

(از ترجمہ شاہ عبدالقادر مرحوم)

وما كان هذا القرآن ان يفترى من دون الله ولكن تصديق الذى بين يديه و تفصل الكتب لا ريب فيه من رب العالمين ام يقولون افتره قل فاتوا بسورة مثله وادعوا من استطعتم من دون الله ان كنتم صادقين ○

(۱۰-۶۳)

ترجمہ: اور یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اور اپنی طرف سے جھوٹ موٹ بنا لے بلکہ یہ تو جو کتابیں پہلے کی اس کے سامنے موجود ہیں اس کی تصدیق اور ان کتابوں کی تفصیل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سارے جہان کے پروردگار کی طرف سے ہے کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس کو رسول نے جھوٹ موٹ بنا لیا ہے۔ اے رسول تم کہو کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو ایک ہی سورت اس کے برابر کی بنا لاؤ اور خدا کے علاوہ جسے چاہو بلا لو۔

پہلی آیت میں افتری کا الزام مایوحی کے لئے ہے۔ دوسری آیت میں افتری کا الزام قرآن کریم کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ پہلی آیت میں مایوحی الیک کے لئے تحدی کی گئی ہے کہ اس کے مقابلہ کی دس سورتیں بنا لاؤ۔ دوسری آیت میں قرآن کریم کے لئے Challange کی گئی ہے کہ قرآن کریم جیسی کوئی سورۃ بنا لاؤ۔ دونوں آیات کو ساتھ پڑھنے سے نتیجہ بالکل واضح ہے کہ مایوحی صرف قرآن کریم ہے۔ علاوہ ازیں دونوں آیات کے الفاظ تک ایک جیسے ہیں۔ صرف اتنا فرق ہے کہ جس چیز کو پہلی آیت شریفہ میں مایوحی کہا گیا ہے اسی کو دوسری آیت میں قرآن کہا

گیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ وحی صرف قرآن عزیز میں ہے۔ دونوں الفاظ کو ایک دوسرے کے متبادل استعمال کیا گیا ہے۔

وحی صرف متلو ہے

۵- ہمارے ہاں عقیدہ کے طور پر وحی کو دو قسموں میں منقسم کیا ہوا ہے۔ ایک وحی متلو جو قرآن کریم میں محفوظ ہے اور دوسری وحی غیر متلو جو قرآن کے باہر ہے۔ ان کے لئے وحی جلی اور وحی خفی کے الفاظ بھی علی الترتیب استعمال کئے جاتے ہیں۔ مگر قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ وحی ساری کی ساری صرف متلو ہے۔ لہذا قرآن کے اندر محفوظ۔

کذالک ارسلناک فی امة قد خلت من قبلها امم لتتلوا علیهم الذی اوحینا الیک وهم یکفرون بالرحمن- (۳۳-۱۳)

اے رسول اسی طرح ہم نے تم کو اس امت میں بھیجا ہے جس سے پہلے اور بہت سی امتیں گذر چکی ہیں تاکہ تم ان کے سامنے اس کی تلاوت کرو جو ہم نے تمہیں وحی کیا ہے۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہے کہ مطلق مایوحی متلو ہے جس کی تلاوت حضور فرمایا کرتے تھے۔ اور وحی ساری متلو ہے جو قرآن میں محفوظ ہے۔ غیر متلو وحی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

امت صرف قرآن کی وارث ہے وحی خارج از قرآن کی وارث نہیں

۶- **والذی اوحینا الیک من الکتب هوا الحق مصدقا لما بین یدیه ان الله لعباده خبیر بصیر- ثم اورثنا الکتب الذین اصطفینا من عبادنا (۳۵-۲۵)**

(ترجمہ) اور ہم نے جو کتاب تمہارے پاس وحی کے ذریعے بھیجی وہ بالکل ٹھیک ہے اور جو (کتابیں اس سے پہلے کی) اس کے سامنے ہیں یہ ان کی تصدیق بھی کرتی ہے۔ بیشک خدا اپنے بندوں سے خواب واقف ہے اور دیکھ رہا ہے۔ پھر ہم نے

اپنے بندوں میں سے خاص ان کو کتاب کو وارث بنایا جنہیں ہم نے منتخب کیا-

اس آیت میں من بیانیہ ہے اور کسی صورت میں تبعیضیہ نہیں بن سکتا کیونکہ اگر تبعیضیہ قرار دیا جائے تو اس کے معنے ہوں گے کہ قران کا بعض حصہ حق ہے اور بعض باطل لیکن چونکہ یہ بات نہیں ہے اس لئے یہاں مـــن بیانیہ ہی لیا جا سکتا ہے اور آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ جو کچھ وحی کیا گیا ہے وہ کتاب ہے-

نیز یہ کہ ثم اورثنا الکتب سے مزید وضاحت کی گئی ہے کہ وحی صرف کتاب ہے جس کا وارث امت مسلمہ کو قرار دیا گیا ہے- امت مسلمہ صرف کتاب کی وارث ہے اور وحی قرآن کریم کے علاوہ بھی ہوتی تو امت مسلمہ اس کی بھی وارث قرار پاتی- یہ آیت کریمہ ایسی برہان قاطعہ ہے کہ اس کے علاوہ کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں رہتی- امت مسلمہ صرف قرآن کی وارث ہے اور اس کے اتباع کی مکلف-

مایوحی اور قرآن ایک ہی چیز ہے

۷- واتل ما اوحی الیک من کتاب ربک لا مبدل لکلمتہ

(ترجمہ) اور پڑھ جو کچھ وحی کی گئی ہے طرف تیری کتاب پروردگار تیرے سے نہیں کوئی بدلنے والا باتوں اس کی کو- (شاہ عبدالقادر)

انمـا امرت ان اعبـد رب هـذه البـلـدة الذی حرمها ولـه کل شی وامرت ان اکون من المسلمین وان اتلوا القران (۹۲-۲۷)

ترجمہ: سوائے اس کے نہیں کہ حکم کیا گیا ہوں میں کہ عبادت کروں پروردگار اس شہر کے کو جس نے حرمت دی اس کو اور واسطے اسی کے ہے ہر چیز- اور حکم کیا گیا ہوں میں یہ کہ ہوں میں مسلمانوں سے اور یہ کہ پڑھوں میں قرآن-

پہلی آیت میں مـــا اوحـی کی تلاوت کا حکم ہے اور دوسری آیت میں قرآن کریم کی تلاوت کا حکم ہے جس سے ظاہر ہے کہ مـــا اوحـی اور قرآن کریم ایک چیز ہے اور دونوں الفاظ ایک دوسرے کے متبادل استعمال کئے گئے ہیں اور مـــا اوحـی صرف

قرآن ہے نیز یہ کہ پہلی آیت میں من بیانیہ ہے۔تبعیضیہ کسی طرح نہیں ہوسکتا۔

کتاب اور ما انزل ایک ہی چیز ہے

۸۔ **هذا کتاب انزلنه مبرک فاتبعوه وتقوا لعلکم ترحمون O**

ترجمہ: اور یہ کتاب ہے اتاری ہے ہم نے اس کو برکت ڈالی پس پیروی کرو اس کی اور پرہیزگاری کرو تا کہ رحم کئے جاؤ۔

اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم۔ ولا تبعوا من دونه اولیآء۔

ترجمہ: پیروی کرو اس چیز کی کہ اتاری گئی ہے تمہاری طرف پرودگار تمہارے سے اور مت پیروی کرو سوائے اس کے دوستوں کی۔

پہلی آیت میں کتاب کے اتباع کا حکم ہے اور دوسری آیت میں ما انزل الیکم کے اتباع کا حکم ہے صرف الفاظ کو ایک دوسرے کی جگہ رکھا گیا ہے جس سے ثابت ہے کہ ما انزل صرف کتاب ہے۔

نزل علی محمد قرآن ہے۔

۹۔ **والذین امنوا وعملوا الصلحت وامنوا بما نزل علی محمد وهو الحق من ربهم کفر عنهم سیاتهم واصلح بالهم (۲-۴۷)**

ترجمہ: اور جو لوگ کہ ایمان لائے اور کام اچھے کئے اور ایمان لائے اس چیز کے ساتھ کہ اتاری گئی ہے محمد کے اوپر اور وہ حق ہے پروردگار ان کے سے۔ دور کیں ان سے برائیں ان کی اور سنوارا حال ان کا۔

یہاں نزل علی محمد کا ذکر کیا گیا ہے۔ دوسری آیت میں قرآن کریم ہی کو وانه لتنزیل رب العالمین فرمایا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ نزل علی محمد تنزیل یعنی قرآن کریم ہے۔

معارضہ مما نزلنا کا کیا گیا ہے صرف قرآن کا نہیں۔

۱۰۔ **وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثله۔**

اس آیت میں معارضہ مما نزلنا کا کیا گیا ہے صرف قرآن کا نہیں- یہاں یہ بات بڑی غور طلب ہے کہ اگر قرآن کے علاوہ کوئی اور چیز بھی منزل من اللہ ہوتی تو اس کے مقابلہ کی تحدی بھی پیش کی جاتی اور ارشاد ہوتا کہ فاتوا بسورہ او بحدیث من مثلہ لیکن یہاں مما نزلنا (منزل من اللہ) کو صرف سورتوں پر مشتمل قرار دیا گیا ہے نیز یہ کہ اس آیت کریمہ میں منزل من اللہ کا (Criterion) محک و میزان نکھار کے سامنے پیش کر دیا گیا ہے کہ منزل من اللہ صرف وہ ہے جس کا مثل نہ بن سکتا ہو- اب اس معیار کے مطابق صرف قرآن کریم ہی وہ کتاب ہے جس کا مثل آج تک نہیں بن سکا- ورنہ احادیث مبارکہ کا مثل تو اس قدر کثیر تعداد میں ہے کہ اس کی صحت و سقم جانچنے کے لئے مستقل ایک علم کی ضرورت درکار ہوتی ہے اور اس کے باوجود آج تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ صحیح احادیث مبارکہ کونسی ہیں اور غلط کونسی-

اختصار کے پیش نظر یہ دس دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ قرآن کریم سے پیش کئے گئے ہیں- تلک عشرۃ کاملہ ورنہ قرآن کریم کی دیگر آیات سے بھی اس موقف کے حق میں استدلال کیا جا سکتا ہے- اگر پہلے سے ذہن میں وحی غیر متلو کا عقیدہ ذہن میں نہ بٹھایا جائے اور خالی الذہن ہو کر قرآن کریم کا مطالعہ کیا جائے تو کسی آیت سے بھی وحی غیر متلو کا خیال تک نہیں آ سکتا-

وحی صرف قرآن میں ہونے کی عقلی دلیل-

عقلاً بھی یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی کہ وحی قرآن کریم کے باہر بھی تھی کیونکہ اگر قرآن کریم کے باہر بھی وحی تھی تو حضور کا فرض منصبی تھا کہ وہ نہ صرف اس کی واضح طور پر نشاندہی فرماتے بلکہ اس کی حفاظت کی تلقین بھی فرماتے کیونکہ حضور کا فرض اول ہی تبلیغ وحی تھا- قرآن کریم کو محفوظ کیا گیا- اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی- اگر وحی قرآن سے باہر تھی تو اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی اللہ تعالیٰ پر ہوتی اور انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون میں ذکر کے ساتھ اس کا بھی اندراج ہوتا لیکن صورت یہ ہوئی کہ حضور کے اڑھائی سو سال بعد حدیث کی تدوین کی گئی اور مختلف آئمہ کرام نے اس کو جمع کیا- اگر حدیث وحی ہے اور وہ ان آئمہ

حدیث کی کوششوں سے جمع کی گئی ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہے کہ نصف وحی تو خدا نے محفوظ رکھی اور باقی نصف وحی ان حضرات کی کوششوں سے محفوظ رہ سکی اور اس طرح یہ حضرات شریک کار رسالت قرار پائے- یہ کسی طرح ممکن نہ تھا کہ وحی جیسی اہم چیز کو حضور دوسروں کی کوششوں پر چھوڑ جاتے پھر احادیث جمع کرنے کے جو کوائف خود کتب حدیث میں مذکور ہیں ان سے ظاہر ہے کہ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے تقریباً چھ لاکھ احادیث میں سے صرف چھ ہزار احادیث اپنی صحیح میں جمع فرمائی ہیں- اس کے معنے یہ ہیں کہ وحی کے جمع واسترداد کا حق امام صاحب موصوف نے استعمال فرمایا- معلوم نہیں امام صاحبؒ کے پاس وہ کونسا ذریعہ تھا جس کے سبب انہوں نے اتنی بڑی تعداد احادیث کی مسترد فرمادی- آج کے مذعومہ منکرین حدیث تو چند ہزار احادیث کے منکر ہیں- امام صاحب موصوف رحمتہ اللہ علیہ نے اتنی بڑی تعداد احادیث کا انکار فرمایا اور منکر حدیث کے الزام سے محفوظ رہے یہ بات وحی کی توہین واستخفاف ہے کہ اس کے قبول واسترداد کا حق کسی بھی فرد کو دیا جائے خواہ وہی کتنی ہی بڑی شخصیت کیوں نہ ہو-

وحی خارج از قرآن کا اقرار بھی اور انکار بھی-

یہ عجیب بات ہے کہ جملہ اہل اسلام کے مختلف فرقے سب کے سب موجود ذخیرہ احادیث کا اقرار بھی کرتے ہیں اور انکار بھی کرتے ہیں یہ اس لئے کہ مسلمانون میں جتنے فرقے بھی ہیں ان میں اہل تشیع واہل تسنن کی تو احادیث کی کتب ہی مختلف ہیں- شیعہ حضرات کی کتب اربعہ ہیں اور اہل سنت کی صحاح ستہ- اس طرح ایک طرف چھ صحاح صحیح اور چار کتب غلط ہیں اور دوسری طرف چار صحیح اور چھ غلط ہیں- اور عملاً یہ پوزیشن ہے کہ سنی شیعوں کی کتب کا انکار کرتے ہیں اور شیعہ سنیوں کی کتب کی تغلیط کرتے ہیں- اس طرح دونوں طرف اقرار بھی ہے اور انکار بھی- اسی طرح اہل حدیث حضرات فاتحہ خلف الامام، رفع یدین، رفع سبابہ، امین بالجہر کی احادیث کو درست قرار دیتے ہیں- مگر اہل تقلید حضرات ان احادیث کا انکار کرتے ہیں-

حنفی حضرات میں بھی بریلوی حضرات ایصال ثواب، سماع موتیٰ، استمداد غیر اللہ کو support کرنے والی احادیث کو درست خیال کرتے ہیں اور دیوبندی حضرات ان کو غلط شمار کرتے ہیں- غرض پورے مسلمانوں میں یہی صورت حال ہے کہ اقرار بھی ہے اور انکار بھی- وحی

الہی اس سطح سے بلند ہوتی ہے۔ اس پر ایمان لانا لازمی ہوتا ہے۔ اس پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مومن یا مسلمان نہیں ہو سکتا وحی الہی ان اعتراضات سے بلند و بالا ہوتی ہے اور اس میں ظن و شک کا شائبہ تک نہیں پایا جا سکتا کیونکہ اگر ذرا بھی تشکیک و ظن کا پہلو موجود ہو تو اس پر ایمان مستحکم و مضبوط ہو ہی نہیں سکتا۔ وما لکم کیف تحکمون۔

حضور کا ہر قول وحی نہیں تھا۔

علماء کرام کی طرف سے جو دلائل وحی خارج از قرآن کے سلسلہ میں پیش کیے جاتے ہیں ان میں سرفہرست یہ اعتراض ہے کہ چونکہ نطق رسول وحی ہے اس لئے حضور کا ہر قول وحی ہے۔ لہٰذا حضورؐ کی احادیث وحی ہیں۔ اس نظریہ کی تائید میں آیہ کریمہ وما ینطق عن الھوی الخ ہر موقع پر پیش کی جاتی ہے چنانچہ علامہ محمد ایوب صاحب نے اپنی کتاب ''فتنہ انکار حدیث'' میں تحریر فرمایا ''بے شمار دلیلیں موجود ہیں قرآن کے علاوہ دوسری وحی پر'' ما ینطق عن الھدی ان ھو الا وحی یوحی۔ وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا۔ اس کا نطق صرف وحی ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ صرف قرآن اپنی خواہش سے نہیں بولتا تو یہ غلط ہے۔ اس لئے کہ قرآن کو آیت میں محذوف ماننا پڑے گا۔ اور حذف خلاف اصل ہے۔ دوسرے ھو کی ضمیر کا مرجع اوپر مذکور نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نہ وہ سیدھے راستے سے رکا اور نہ ٹیڑھا چلا۔ عمل کی صفائی ما ضل صاحبکم وما غوی سے کر دی اور قول کی صفائی ما ینطق عن الھوی سے کر دی یعنی اس کا قول و فعل من جانب اللہ ہے۔ اس کے علاوہ معنی آیت کے یہ ہیں کہ مطلقاً نطق ہوائی کی نفی ہے لہٰذا اس کا ہر قول غیر ہوائی اور وحی ہے۔''

عموماً یہی دلیل سرفہرست ہوتی ہے لیکن یہ اعتراض آیت مبارکہ کا صحیح مفہوم سامنے نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ حضور کے ہر نطق کے وحی ہونے کے خلاف خود قرآن اور روایات میں دلائل موجود ہیں۔ قرآن کریم میں ہے کہ ایک لڑائی میں حضور نے منافقوں کو شرکت نہ کرنے کی اجازت عنایت فرما دی تھی۔ تو اسی پر یہ آیت لم اذنت لھم حتی تبین لک الذین صدقوا وتعلم الکاذبین نازل ہوئی کہ آپ نے انہیں اجازت کیوں دے دی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے

حضور کے قول کو approve نہیں فرمایا۔ اب اگر آپ کا اجازت دینا وحی الٰہی سے تھا تو پھر اللہ تعالیٰ نے خود اجازت دلوانے کے بعد حضور کے اس قول کی تصویب کیوں نہیں فرمایا۔ اس سے ظاہر ہے کہ آپ کا اجازت دینا وحی نہیں تھا بلکہ یہ آپ کا اپنا بشری قول تھا۔

اسی طرح سورۂ مجادلہ کی پہلی آیت کریمہ کے ذیل میں تمام مفسرین نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت خویلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کے شوہر حضرت اوس بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ظہار کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد جب انہیں خواہش ہوئی تو ظہار کے متعلق صحیح پوزیشن حاصل کرنے کا تردد ہوا۔ اس پر حضرت خویلہ بنت ثعلب حضور کے پاس آئیں اور اصرار کیا کہ ظہار سے طلاق واقع نہیں ہوئی مگر حضور بار بار یہی فرماتے رہے کہ ظہار کرنے کی وجہ سے طلاق ہو گئی۔ چنانچہ حضرت خویلہ حضور سے اس بات پر جھگڑتی رہیں مگر حضور کہ جن کی ہر بات علماء کے نزدیک وحی تھی بار بار یہی فرماتے رہے کہ نہیں تمہیں طلاق ہوئی۔ مگر فوراً وحی میں یہ دو آیات نازل ہوئیں اور اس قرآنی وحی کے ذریعہ حضور نے اپنی غیر قرآنی وحی یا وحی خفی کو مسترد کر دیا۔ **سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجھا و تشتکی الی اللہ**۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ کو زیب دیتا ہے کہ اس کی ایک وحی دوسری وحی کی تردید کر دے۔

می نہ سزد خدائے را

سورۂ تحریم کی پہلی آیت مبارکہ کے متعلق روایات میں بہت تفصیل سے کام لیا گیا ہے جس کا مکمل تحریر کرنا مشکل ہے اس کا ملخص یہ ہے کہ حضور نے اپنی ازواج مطہرات کی خوشنودی کی خاطر اپنے لئے مغافیر حرام قرار دے لئے تھے چنانچہ آیت کریمہ **یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک الخ** نازل ہوئی جس میں حضور کے اس فعل کو مناسب قرار نہیں دیا گیا کہ آپ نے اپنی ازواج کی خوشنودی کے لئے وہ چیز کیوں حرام قرار دے لی جو اللہ نے آپ کے لئے حلال کی تھی۔ اس طرح پہلے تو اللہ تعالیٰ نے وحی خفی کے ذریعہ حضور سے ان کی ازواج کی خوشنودی کی خاطر آپ پر شہد حرام کرا دیا پھر خود ہی وحی جلی کے ذریعہ اسی قول کو ناپسند فرما دیا۔

نیز پہلے تو واقعہ اصحاب کہف کے متعلق سوال کرنے والوں کے جواب میں حضور سے خود ہی

بذریعہ وحی خفی کہلایا کہ میں اس کا جواب کل دوں گا اور اس کے بعد ہی آیت کریمہ **ولا تقولن لشیئ انی فاعل ذالک غدا**- نازل فرما کر وحی جلی سے وحی خفی کی تردید کرا دی-

اختصار کے پیش نظر میں نے یہ چار آیات کریمات مع شان نزول وتراجم مرقوم کی ہیں-- جس سے ثابت کرنا ہے کہ حضور کا ہر قول وحی نہیں ہوتا تھا- اگر آنجناب کا ہر قول وحی تھا تو حضور کے ان اقوال میں تخالف وتضاد واقع نہ ہوتا- صحیح صورت حال یہی ہے کہ وہ حضور کے بشری اقوال ہوتے تھے- آپ بشر صاحب وحی تھے- (۱۰۰-۱۸-۶'۴۱-۴۱) نیز یہ کہ آپ بشر ورسول تھے ۹۳-۱۷ یعنی آپ بشر بھی تھے اور رسول بھی تھے- اس لئے آپ کے بشری اقوال وحی نہیں تھے مثلاً آپ فرماتے کہ آج موسم بہت گرم ہے میں آج بازار نہیں جاؤں گا- یا آپ فرماتے کہ میں آج دوپہر کا وقت مسجد میں گزاروں گا وغیرہ- یہ اقوال وحی الہٰی نہیں تھے- یہ حضور کے بشری اقوال تھے اور ان کو وحی قرار دینے کے معنی یہ ہیں کہ وحی کی اہمیت' اس کی عظمت اور اس کے شرف کا صحیح اندازہ نہیں کیا گیا-

سورۂ نجم کی پہلی آیات کا صحیح مفہوم-

اس تمہید کے بعد سورۂ النجم کی آیات کا درست مفہوم پیش خدمت کیا جاتا ہے ان آیات میں ھو کی ضمیر کا مرجع محذوف نہیں ہے بلکہ مظہر ہے- ھو ضمیر کا مرجع النجم یعنی ستارۂ ہدایت قرآن کریم ہے- **والنجم اذا ھوی** (۳-۵۳) ترجمہ: شہادت ہے قرآن کریم کی جبکہ وہ نازل ہوا کہ تمہارا یہ ساتھی نہ گمراہ ہوا ہے نہ بہک گیا ہے وہ (وحی کے ضمن میں) بولتا ہے تو نہیں ہوتا وہ مگر وہی جو اس کی طرف وحی کیا جاتا ہے- پس **ان ھو الا وحی یوحی** میں **ھو** ضمیر کا مرجع النجم یعنی قرآن عزیز ہے-

وحی صرف قرآن میں ہونے پر دوسرا اعتراض-

اسی سلسلہ میں دوسرا اعتراض حضرات علماء کرام کی طرف سے اطاعت رسول کے سلسلہ میں کیا جاتا ہے جس کا ملخص یہ ہے کہ اگر وحی خارج از قرآن تسلیم نہ کی جائے اور احادیث مبارکہ جو کہ وحی خفی میں' ان کی اطاعت نہ کی جائے تو اطاعت رسول کسی طور بھی نہیں کی جاسکتی اور یہ ظاہر ہے

کہ ۔

خلاف پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

ان کے موقف کے مطابق قرآن کریم کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور حدیث کی اطاعت سے حضور کی اطاعت ہوتی ہے لیکن یہ بات باعث تعجب ہے کہ جب قرآن کریم وحی ہے اور حدیث شریف بھی وحی ہے اور دونوں وحی شمار کی گئی ہیں تو ایک وحی کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے تو دوسری وحی کی اطاعت حضور کی اطاعت کیسے ہوسکتی ہے۔ وحی تو نبی کو خارج سے ملتی ہے۔ وحی یکسر وہبی ہوتی ہے۔ وحی میں رسول کے جذبات کو مطلقاً کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اگر حدیث شریف وحی ہے تو اس کی اطاعت سے حضور کی اطاعت کیسے ہو جائے گی۔ عقلاً یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اگر وحی کی تقسیم وحی خفی و وحی جلی میں کی بھی جائے جو کہ بالکل غیر قرآنی تقسیم ہے، تب بھی وحی خفی سے حضور کی اطاعت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت رہتی ہے۔ اس لئے یہ نظریہ کہ چونکہ حضور کی اطاعت حدیث کے ذریعہ ہوتی ہے اس لئے اس کا ماننا ضروری ہے۔ بداہتاً غلط ہے۔

اطاعت رسول کا صحیح طریقہ۔

اصل یہ ہے کہ اتباع وحی ہی اطاعت رسول ہے چنانچہ آیت کریمہ **ان اولی الناس بابراهیم للذین اتبعوه وهذا النبی والذین امنوا والله ولی المومنین** ‏o (ترجمہ) بلاشبہ تمام لوگوں میں سے ابراہیمؑ کے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جو اس کی اتباع کرتے ہیں اور یہ نبی اور ان کے ساتھی مومن بھی (ابراہیم کے بہت قریب ہیں)۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کا مددگار ہے۔

سے واضح ہے کہ حضور کو حضرت ابراہیم کا قریب ترین شخص اس لئے بتایا گیا ہے کہ آپ ملت ابراہیم کے پیروکار تھے نیز صحابہ کرام کو بھی حضرت ابراہیم کا اقرب کہا گیا ہے کیونکہ صحابہ حضور کے متبع تھے اور حضور حضرت ابراہیم کے متبع تھے۔ اس طرح وہ صحابہ بھی ابراہیم علیہ السلام کے متبع تھے۔ لیکن ظاہر ہے کہ حضور کے پاس حضرت ابراہیم کی طرف سے موصول شدہ احادیث و روایات کا کوئی ذخیرہ موجود نہیں تھا کہ آپ احادیث ابراہیم کا اتباع کر کے حضرتؑ ابراہیم کے اقرب بنے

ہوں- اس کی اصل صورت آیات نمبر ۱۰۶/۱۰۹'۶/۱۰ سے واضح ہوتی ہے کہ چونکہ حضرت ابراہیم بھی وحی کے مطیع تھے اور حضور بھی وحی کے متبع تھے- اسی لئے حضور کا وحی کا اتباع بعینہ حضرت ابراہیم کا اتباع تھا- اسی طرح صحابہ کا اتباع قرآن حضرت ابراہیم کا اتباع تھا- نیز اسی توجیہہ سے یہ بات قابل تسلیم ہے کہ چونکہ حضور خود قرآن کریم کے متبع تھے- اس لئے قرآن کا اتباع کرنے سے ہی حضور کا صحیح اتباع ہوتا ہے-

واضح رہے کہ مایوحی اور ما انزل کا اتباع ہی انبیاء کا اتباع ہے اور جملہ انبیاء کی طرف ما یوحی اور ما انزل صرف کتاب ہی ہے جیسا کہ آیت کریمہ فبعث الله النبین مبشرین و منذرین و انزل معهم الکتب کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا اور ان سب کے ساتھ اپنی کتاب نازل فرمائی کیونکہ جملہ انبیاء کرام کی وحی اور کتب کی تعلیم ایک ہی تھی اور ان میں کوئی اختلاف نہیں تھا- اس لئے جملہ انبیاء کرام ایک ہی تعلیم کے متبع تھے- پس ثابت ہوا کہ قرآن کریم کا اتباع ہی حضرت ابراہیم سمیت جملہ انبیاء کا اتباع ہے- اسی کی اتباع ملت ابراہیم یعنی ضابطہ ابراہیم کی اتباع ہے- اسی (قرآن) کی اتباع اسوہ ابراہیمی ۴/۶۰ کی اتباع ہے اور اسی کا اتباع اسوہ محمدی کا اتباع ہے ۲۱/۳۳' جس کے لئے حدیث یا وحی خفی کی ضرورت نہیں ہے- اللہ ورسول کی اطاعت سے دو الگ الگ مطاعوں کی اطاعت تصور کرنا درست نہیں ہے- یعنی اللہ کا حکم الگ اور رسول کا حکم الگ- حالانکہ دو حاکم اور دو حکم ماننا قرآن کریم کی محکم آیات کے خلاف ہے- ان الحکم الا الله ۶/۵۷' ولا یشرک فی حکمه احدا ۱۸/۲۶ ان آیات کے مطابق اطیعو الله و اطیعوا الرسول کا یہ ترجمہ "اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو" مطلقاً غلط ہے بلکہ اس میں واؤ کے معنی بذریعہ ہیں جیسے کہ

برآءة من الله و رسوله الی الذین عاهدتم من المشرکین ٥
فسیحوا فی الارض اربعة اشهر واعلموا انکم غیر معجزی الله وان
الله مخزی الکفرین ٥

ترجمہ: بیزاری ہے اللہ کی بذریعے اپنے رسول کے ان لوگوں سے جن کے ساتھ تم

نے مشرکوں سے عہد کیا تھا- (اور اعلان و فیصلہ ہے اللہ کا اپنے رسول کے ذریعہ کہ
اے مشرکوں) تم زمین پر چار مہینے حرمت والے چل پھر لو- اور جان لو یہ کہ تم اللہ کو
عاجز کرنے والے نہیں ہو- اور بے شک اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے-

ان آیات میں مشرکوں کو اللہ اور رسول کی طرف سے الگ الگ مہلتیں نہیں دی گئیں بلکہ چار ماہ کی ایک مہلت ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول کے ذریعہ دی تھی-

اسی طرح **واذان من اللـه و رسولـه الـخ** میں ''و'' بذریعہ کے معنی میں آئی ہے- (ترجمہ) اعلان ہے اللہ کا اپنے رسول کے ذریعہ حج اکبر کے دن کہ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے ذریعے مشرکوں سے بیزاری کا اعلان کرتا ہے-''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مشرکوں سے بیزاری کا اعلان اپنے رسول کے ذریعہ کرایا ہے جیسا کہ ظاہر ہے یہ اللہ اور رسول کے دو اعلان نہیں تھے بلکہ ایک ہی اعلان تھا- جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے ذریعے کرایا تھا کہ اللہ مشرکوں سے بیزار ہے-

نیز **ما وعدنا الله و رسوله الا غرورا**- ۱۲/۳۳ (ترجمہ) نہیں وعدہ کیا تھا ہم سے اللہ نے بذریعے اپنے رسول کے مگر فریب دینے کو) میں بھی واؤ بمعنی بذریعے آیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے ذریعہ ہی وعدہ فرماتا ہے خود آ کر نہ کوئی وعدہ لیتا ہے اور نہ کوئی وعدہ دیتا ہے-

اللہ اور رسول سے مراد مرکز ملت ہے-

اصل یہ ہے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت دو مطاعوں کی اطاعت نہیں ہے اس لئے کہ جیسا کہ تین مندرجہ بالا آیات سے ظاہر ہے- یہ تصور قرآن کریم کی تعلیم کے منافی ہے کہ اطاعت اللہ کے سوا اور کسی کی بھی ہے حتیٰ کہ خود رسول کے متعلق بھی بتا دیا گیا ہے کہ اسے بھی حق حاصل نہیں کہ لوگوں سے اپنی اطاعت کرائے- لہٰذا اللہ اور رسول سے مراد وہ مرکز دیں (central authority) ہے جہاں قرآنی احکام نافذ ہوں اور جہاں اللہ کی اطاعت رسول کے ذریعے کی جا سکتی ہے- یہ حقیقت کہ اللہ اور رسول سے مراد مرکز ملت ہے- قرآن کریم میں اس قدر واضح کی گئی ہے جس سے انکار کی گنجائش نہیں رہتی-

(۱) یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ و رسولہ ولا تولوا عنہ وانتم تسمعون O (۸/۲۰)

ترجمہ: اے مومنو، تم اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور اس سے روگردانی مت کرو درآنحالیکہ تم سن رہے ہو۔

یہاں اللہ اور رسول دو کا ذکر ہے اور عنہ کی ضمیر واحد ہے۔ اسی طرح سورۂ انفال میں دوسری جگہ ہے۔

(۲) یا ایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم O (۸/۲۴)

ترجمہ: اے جماعت مومنین، تم اللہ اور رسول کی دعوت کا جواب دو۔ جب وہ تمہیں اس بات کی طرف بلائے جو تمہیں (موت سے نکال کر) زندگی عطا کر دے۔

یہاں بھی اللہ اور رسول کا ذکر ہے اور صیغہ (دعاکم) واحد ہے۔ اسی طرح سورۂ نور میں ہے۔

(۳) واذا دعوا الی اللہ و رسولہ لیحکم بینھم اذا فریق منھم معرضون وان یکن لہ الحق یاتوا الیہ مذعنین (۲۴/۴۸)

ترجمہ: اور جب ان لوگوں کو اللہ اور رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے متنازعہ فیہ امور میں فیصلہ کرے تو ان میں کا ایک فریق اس سے گریز کرتا ہے اور اگر ان کا کوئی حق کسی پر واجب ہو (جس سے وہ سمجھ لیں کہ فیصلہ ان کے حق میں جائے گا) وہ اس کی طرف سر جھکائے ہوئے چلے آتے ہیں۔

یہاں بھی اللہ اور رسول کی طرف بلائے جانے کا ذکر ہے لیکن بعد میں لیحکم میں صیغہ واحد ہے اور الیہ میں ضمیر واحد کی ہے۔

(۴) یسئلونک عن الانفال۔ قل الانفال للہ و للرسول (۸/۱)

ترجمہ: تجھ سے مال غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ ان سے کہہ دو کہ مال

غنیمت اللہ اور رسول کا ہے۔

اس آیت سے ذرا آگے چل کر ہے۔

(۵) واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ و للرسول۔

۸/۴۱

(ترجمہ) اور جان رکھو کہ جو کچھ تمہیں مال غنیمت سے ملے اس کا پانچواں حصہ "اللہ اور رسول" کا ہے۔

(۶) کتب اللہ لا غلبن و رسلی ۵۸/۲۱

(ترجمہ) ضرور ہے کہ میں اور میرے رسل غالب رہیں گے۔

ان تمام مقامات نیز ۳۳/۵ میں "اللہ اور رسول" سے مراد امام' امیر یا مرکز ملت ہے۔ یہ مفہوم نیا نہیں ہے۔ بلکہ شروع سے ہی ایسا سمجھا جاتا رہا ہے اور اب بھی ایسا سمجھا جاتا ہے۔ اس پر ہمارے دور کی دو تفسیریں' ترجمان القرآن مولانا ابوالکلام آزاد (مرحومؒ) کی اور تفہیم القرآن' مودودی صاحب (مرحومؒ) کی شاہد ہیں۔

ثابت کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ اور رسول کے الفاظ ایک قرآنی اصطلاح کے طور پر آئے ہیں' اور اس سے مراد اس نظام کی مرکزی اتھارٹی ہے جو نظام حضور نے خود قائم فرمایا ہے اور اس نظام کی اطاعت اللہ اور رسول کی اطاعت ہے۔ رسول کی اطاعت کوئی الگ اطاعت نہیں ہے جس کے لیے حدیث شریف یا وحی خفی کا موجود ہونا ضروری قرار دیا جائے۔

لفظ حکمت کا صحیح مفہوم:

جب اور کوئی سہارا ہمارے علماء عظام کو اپنے موقف کی تائید میں نہیں ملا تو وہ اپنی تائید میں حکمت کے لفظ سے سہارا لینے کی کوشش کرتے ہیں کہ حکمت سے مراد حدیث اور وحی خفی ہے۔ لیکن قرآنی آیات سے اس بات کی کوئی سند نہیں ملتی۔ حکمت یقیناً منزل من اللہ ہے مگر یہ بھی قرآن کریم کے اندر ہی محفوظ ہے۔ ہر قانون کی غایت۔ اس کی لم اس کا (Rationale) اس کی حکمت اور اس کی (Why of it) ہے۔ مثلاً ان تنصر اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم۔